کیسی کیسی دخترانِ مادرِ ایام ہیں

ابن الحسن عباسی

آٹھ اکتوبر ۲۰۰۵ء کو پاکستان کی تاریخ کا سب سے بڑا زلزلہ آیا جس سے صوبہ سرحد کے ہزارہ ڈویژن اور آزاد کشمیر کی کئی بستیاں مکمل طور پر تباہ ہوگئیں، ضلع باغ، مظفر آباد، راولاکوٹ، بالاکوٹ، مانسہرہ، الائی اور شانگلہ سب سے زیادہ متاثر ہوئے، مجموعی طور پر مرنے والوں کی تعداد ایک لاکھ اور متاثرین کی تیس لاکھ کے قریب ہے، ویسے پاکستان میں اب تک سو سے زیادہ زلزلے آچکے ہیں، اس سے پہلے ۱۹۷۴ء میں شمالی علاقہ جات میں آنے والا زلزلہ بڑا سخت تھا، جس میں دو ہزار اموات ہوئی تھیں اور کوہستان کا علاقہ پٹن مکمل طور پر تباہ ہوا تھا۔ پاکستان بننے سے پہلے ۱۹۳۵ء کے زلزلے میں کوئٹہ شہر بھی مکمل تباہ ہو چکا تھا، جس سے ۲۵ ہزار افراد لقمہ اجل بنے لیکن موجودہ زلزلہ اپنی شدت اور نقصان کے حوالے سے سابقہ تمام زلزلوں سے بڑھ کر ہے۔

اتفاق سے اس وقت ملک کا صدر، فوج کا سربراہ بھی ہے اور فوج کا ادارہ نظم وضبط اور مینجمنٹ کے اعتبار سے ایک مثالی ادارہ سمجھا جاتا ہے، اس لیے بجا طور پر یہ توقع کی جارہی تھی کہ متاثرہ علاقوں میں امدادی کارروائیاں بروقت اور مکمل تیزی کے ساتھ ہوں گی اور ان علاقوں کے ایک ایک چپے پر پاکستانی سپاہ کے جانباز اور جان نثار جوانوں کی جماعتیں اپنی روایتی امدادی سرگرمیوں کے ساتھ متحرک نظر آئیں گی اور یوں قوم کے سامنے وہ دردناک مناظر نہیں آئیں گے جن میں بے گور وکفن لاشیں بکھری ہیں، ملبوں کے نیچے دبے ہوئے انسان زندگی کی دہائی دے رہے ہیں، کھلے آسمان کے نیچے بے رحم موسم کی ژالہ باری سے بچے، بوڑھے اور زخمی بلک رہے ہیں، غذائی اجناس پر چھینا جھپٹی ہو رہی ہے اور اپنے پیاروں کی لاشیں نکالنے اور دفنانے کے لیے "اور کچھ نہ سہی تو ہمیں بیلچے ہی دیدو" کی دردناک صدائیں بلند ہو رہی ہیں...... لیکن افسوس کہ مددگار قافلوں کے انتظار میں اب تک ہزاروں زندگیوں کا چراغ گل ہو چکا ہے۔

جو کام اور اقدامات ابتدائی چند گھنٹوں میں کرنے کے تھے، ان کا اعلان چار پانچ دن گذرنے کے بعد کیا جارہا ہے...... پاکستانی قوم الحمدللہ جذبہ ایثار وہمدردی سے سرشار قوم ہے جس نے بڑی فراخی کے ساتھ اپنے مصیبت زدہ بھائیوں کا اس قدر تعاون کیا اور کر رہی ہے کہ حکومت اسے صحیح طریقہ سے مستحقین اور متاثرین تک پہنچانے کا مضبوط نظام وضع کرے تو ان کے زخموں کا بڑی حد تک مداوا کیا جاسکتا ہے لیکن ظاہر ہے تیس لاکھ سے زیادہ متاثرین کے رستے زخموں پر مرہم رکھنے کے لیے چند علاقوں کا فضائی جائزہ اور نمائشی اعلانات کافی نہیں ہوسکتے بلکہ حکومت کو اپنے تمام وسائل، پوری مشینری اور فوج کی بھاری تعداد کے ساتھ ان علاقوں اور دیہاتوں کی طرف اس طرح متوجہ ہونے کی ضرورت ہے کہ ممکنہ تعاون، صحیح مستحقین تک پہنچنا یقینی ہو جائے، اس وقت سب سے اہم مسئلہ متعلقہ امداد کا حقیقی مستحقین تک پہنچنا ہے، امدادی اشیاء کی درست تقسیم میں فوجی اور سرکاری ادارے اب تک ناکام ہیں، آج ہی کی ایک اخباری رپورٹ میں ہے:

"آفات اور ہنگامی صورت حال سے نمٹنے کے لیے وزارت داخلہ میں بنایا گیا کرائسس مینجمنٹ سیل مکمل طور پر ناکام ہو گیا ہے، موجودہ زلزلے کے دوران ریسکیو کارروائیاں اور امدادی کاموں میں مصروف اداروں اور افراد میں ربط پیدا نہیں کیا جاسکا۔ اس کی وجہ سے زلزلے کے متاثرین کو فوری امداد نہیں پہنچائی جاسکی۔ جب کہ کرائسس مینجمنٹ سیل کے سینیئر افسران کی مصروفیات اور دلچسپیاں بھی سوالیہ نشان بن گئی ہیں"۔ (روزنامہ اسلام، جمعہ ۹ رمضان ۱۴۲۶ھ)

حالانکہ مقامی علماء اور علاقائی دینی جماعتوں کے اشتراک سے امدادی اشیاء کے بروقت اور صحیح تقسیم کی مشکل کافی حد تک آسان ہوسکتی ہے۔ یہ امر بھی قابل توجہ ہے کہ ایک لاکھ افراد کو نگل لینے والی اس آفت سماویہ پر صدر، وزیراعظم اور دیگر وزراء کے جو بیانات آرہے ہیں ان میں مومنانہ لہجے کی عاجزی اور رجوع الی اللہ کی تسکین محسوس نہیں ہورہی، صدر صاحب کے بیانات کی اخباری سرخیوں میں کہا گیا کہ ''ہم اس آزمائش کا عزم کے ساتھ مقابلہ کریں گے'' جب کہ قدرت کی طرف سے آسمانی آفتوں کے نزول کے وقت ایسا لہجہ اختیار نہیں کرنا چاہیے۔

اس کی بجائے، اس کو قدرت کی طرف سے وارننگ قرار دے کر قوم کو گناہوں سے بچنے، استغفار کرنے اور اللہ کی طرف رجوع کرنے کی ترغیب دینی چاہیے اور ایک مصیبت زدہ قوم کے مؤمن سربراہ کو خود بھی اللہ کی عظمت وجلال کے سامنے گریہ وزاری کا شیوہ اپنانا چاہیے۔

بلاشبہ زلزلہ قدرت کی طرف سے کسی قوم کے لیے ایک تازیانہ ہوتا ہے، اگرچہ اس میں مرنے والے اخروی شہید کے حکم میں ہوتے ہیں۔ ''اخروی شہید'' سے مرنے والا وہ مسلمان مراد ہے جس پر دنیوی اعتبار سے تو شہید کے احکام جاری نہیں ہوتے لیکن آخرت میں اس کے ساتھ شہید کا معاملہ کیا جائے گا۔ مولانا عبدالحی لکھنوی رحمہ اللہ نے حدیث کی مشہور کتاب ''مؤطا امام مالک'' کے حاشیہ میں اخروی شہید کی پینتالیس قسمیں لکھی ہیں، ان میں صراحت کے ساتھ اس کا ذکر تو نہیں کہ زلزلے میں مرنے والا مسلمان شہید ہوتا ہے البتہ اس کی صراحت ہے کہ کسی شے کے نیچے آکر مرنے والا اور اوپر سے گرنے والا شہید ہوتا ہے اور زلزلے میں عموماً اموات ان ہی دو وجہ سے ہوتی ہیں، اس لیے زلزلے میں مرنے والا بھی شہید کہلائے گا، بلکہ علامہ شامی رحمہ اللہ یہاں تک لکھا ہے کہ کوئی شخص معصیت میں مبتلا ہو اور اس پر گھر ڈھ جائے تو معصیت کے وبال کا معاملہ تو الگ ہے لیکن اخروی اعتبار سے وہ بھی شہید ہے۔

سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث کی روشنی میں فحاشی، شراب نوشی اور سود کا رواج...... زلزلے کے یہ تین بڑے سبب ہیں جب کسی اسلامی معاشرے میں ان تین گناہوں کی کثرت ہوجائے تو زمین احتجاج کرتی ہے، بستیاں پلٹتی ہیں اور وہ گھر جسے انسان نے اپنی حفاظت اور آرام کے لیے بنایا ہوتا ہے، وہ اس کے لیے وحشت ناک قتل گاہ کی صورت اختیار کرجاتا ہے اور اس میں ایک پل رہنے کے لیے اس کا دل آمادہ نہیں ہوتا۔

ان اسباب میں سے کون سا سبب ہے جس نے ہماری زندگی کی رگوں میں خون کی طرح سرایت نہ کیا ہو۔ فحاشی وبے حیائی کا ایک جال بچھا ہے، پرنٹ اور الیکٹرونک میڈیا کے ہزاروں ذرائع دن رات اس وبا کو پھیلانے میں مگن ہیں، سود نے ہماری معاشی زندگی کو جکڑ رکھا ہے، خود ہمارے صدر محترم نیکر پہن کر عورتوں کے نکلنے، بسنت اور ویلنٹائن ڈے کی فحاشی وبے باکی کی حوصلہ افزائی کے حق میں ہیں اور عورتوں کی باپردہ زندگی کو ''وہ روشن خیالی'' کے خلاف خیال کرتے ہیں...... اس طرح کے دردناک مواقع انسان کو اپنے نظریات وافکار پر نظرثانی کے لمحات فراہم کرتے ہیں اور سابقہ نظریات سے پلٹنے کا بھی بسا اوقات ذریعہ بن جاتے ہیں، اللہ کرے یہ المناک حادثہ ہمارے حکمرانوں کے لیے، ان کے روشن خیال فہم اسلام سے رجوع کا ذریعہ بن سکے اور وہ اس اسلام کی طرف آسکیں جس میں سود اور شراب نوشی حرام ہیں اور جس میں عورتوں کی عیاشانہ بے پردگی، فحاشی اور بے حیائی کے زمرے میں آتی ہے۔

عبرت حاصل کرنے والوں کے لیے یہی ایک پلٹا کافی ہے...... یہ جھٹکے، یہ زلزلے اور یہ طوفان آتے بھی اس لیے ہیں کہ سرکش، سرکشی سے باز آجائے اور غافل غفلت سے بیدار ہوجائے۔ بلاشبہ قدرت کے یہ تازیانے بڑی قیامت کی تیاری کے لیے صدائے رحیل ہیں۔ پس ہے کوئی عبرت اور سبق حاصل کرنے والا!

☆☆☆